لا جواب دلہن

لاجواب دلہن

عبدالعزیز کو نیند نہیں آ رہی تھی...... شدید سردی تھی...... طوفانی ہوا کے جھونکے دم بہ دم آ رہے تھے جن کی زد سے ہوٹل کی کھڑکیاں خود بخود کھل رہی اور بند ہو رہی تھیں...... یہ ہوٹل لندن میں دریا کے کنارے واقع تھا...... عبدالعزیز کی نگاہ دیوار پر لگی گھڑی پر پڑی۔ رات کے دو بج رہے تھے مگر نیند آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی...... وہ آنکھیں بند کر کے سونے کی بار بار کوشش کرتا رہا لیکن اُسے نیند نہیں آئی....

اس نے سوچا کیوں نہ ہوٹل سے باہر نکل کر قریبی سڑک پر کچھ دیر چہل قدمی کر لی جائے، ممکن ہے کچھ دیر ٹہلنے کے بعد نیند آ جائے۔

وہ ہوٹل کے کمرے سے نکلا۔ باہر شدید سردی تھی، برف باری ہو رہی تھی جس کی وجہ سے سڑک سفید ہو گئی تھی۔ آسمان سے چھوٹے چھوٹے نازک نازک برف کے گالے گر رہے تھے۔ اس نے ایک چھتری لی اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ وہ کئی ہفتوں سے اپنے ساتھ چھتری ضرور رکھتا تھا۔ وہ اپنے وطن میں بھی چھتری ساتھ لے کر نکلا کرتا تھا اور سورج کی تپش سے بچنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ جزیرۃ العرب کا رہنے والا تھا اور جزیرۃ العرب میں بھی اس مبارک مقام کا باشندہ تھا جہاں پہلی مرتبہ انسانیت کی تکمیل کے لیے وحی کا نزول ہوا تھا...... رسالت کا چشمہ وہیں سے پھوٹا تھا۔ ہاں، وہ مہبط وحی اور دنیا کی اُس سب سے زیادہ مقدس جگہ کا رہنے والا تھا جسے ''مکہ مکرمہ'' کے نام نامی سے جانا جاتا ہے......

وہ ہوٹل سے نکل کر چند قدم ہی چلا تھا کہ سامنے ایک پارک نظر آیا۔ اس نے اسی پارک میں چند لمحے گزارنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ وہ پارک میں جا پہنچا۔ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک انسانی لاش پر پڑی جو گھاس پر لاوارث پڑی ہوئی تھی!..... وہ چونک گیا...... اتنی رات گئے اس سنسان بیابان پارک میں ایک انسانی لاش!...... کیا میں اس لاش کو اسی طرح اس کے حال پر چھوڑ دوں؟...... یہ کوئی لاش ہے یا زندہ فرد ہے؟...... اگر پولیس اس بارے میں پوچھ بیٹھے تو میں کیا جواب دوں گا؟......

عبدالعزیز غیر شعوری طور پر ڈرتے ڈرتے لاش تک پہنچ گیا...... لاش پر ہاتھ رکھا اور جانچا کہ یہ زندہ ہے یا مُردہ...... ہاتھ کے لگتے ہی اُسے لاش میں حرکت سی محسوس ہوئی۔ وہ آدمی زندہ تھا، مرا نہیں تھا...... اس کے منہ سے شراب کی بدبو آ رہی تھی...... شرابِ خانہ خراب سے مدہوش ہو کر ہی وہ اتنی سرد رات میں اس پارک میں ایک لاوارث لاش کی طرح پڑا ہوا تھا......

عبدالعزیز نے اسے بمشکل اٹھایا اور اپنے ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کرتا رہا مگر وہ بری طرح نشے میں دُھت تھا۔ وہ شرابی کو لے کر روشنی میں پہنچا تو اس نے لب کشائی کی اور عربی زبان میں فحش گالیاں بکنے لگا:

''مجرم عورت!...... بیہودہ خائن لڑکی!......''

عبدالعزیز نے اس سے پوچھ ہی لیا: ارے بھئی تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

''میں جدہ کا رہنے والا ہوں۔'' مدہوش نے عالم مدہوشی ہی میں جواب دیا۔

جدہ کا!...... عبدالعزیز کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

میں مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہوں۔ آخر وہ مجرم اور خائن لڑکی کون ہے جس کا تم بار بار نام لے رہے ہو...... عبدالعزیز نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اس سے پوچھا۔ وہ عواطف ہے، وہ مجرم لڑکی ہے، وہ میری بیوی ہے۔ اس سنگدل نے مجھے گھر سے باہر رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ عبدالعزیز نے اس سے کہا کہ میں نے سامنے کے ہوٹل میں ایک کمرہ کرائے پر لے رکھا ہے...... آؤ، وہیں چلتے ہیں...... صبح تم جہاں جانا چاہو گے میں پہنچا دوں گا......

مدہوش نے جھوم کر ہامی بھر لی...... اور وہ دونوں ہوٹل کے کمرے میں آگئے......

صبح کو عبدالعزیز اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اپنے مہمان کو سوتا ہوا پایا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اپنے مہمان کو جگایا، چائے کی پیشکش کی...... مہمان نے خُمار بھری انگڑائی لی اور پھر دھیرے دھیرے بیدار ہوا۔ چند لمحوں تک کمرے کی فضا کا جائزہ لیتا رہا، پھر چونک کر بولا: میں اس ہوٹل میں؟...... مجھے یہاں کون لے آیا؟...... مجھے کیا ہو گیا تھا؟...... تم کون ہو؟...... میری عواطف کہاں ہے؟

عبدالعزیز نے نوجوان کو اطمینان دلایا، گزشتہ رات کے حالات سے آگاہ کیا...... نوجوان نے جب اپنی شب بیتی کی حقیقت سنی تو شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا...... پھر اس نے عبدالعزیز سے اپنا تعارف کرایا۔

''میرا نام محمد ہے...... میں یہاں انگلینڈ میں انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے آیا ہوں۔ میں ڈیڑھ سال پہلے یہاں آیا تھا...... مجھے امید ہے کہ گزشتہ رات تم نے مجھے جس حالت میں دیکھا تھا، اس پر پردہ ڈال دو گے...... اللہ تعالیٰ بھی ایک مسلمان کی پردہ پوشی کو محبوب رکھتا ہے......۔''

''واہ!...... سبحان اللہ!...... بہت خوب!...... میرے بھائی! تمھیں لوگوں سے تو اتنا ڈر

ہے کہ پردہ پوشی کی التجا کررہے ہو مگر اس اللہ کا کوئی خوف نہیں جس نے تمھیں پیدا کیا ہے اور جو تمھاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تمھیں عام لوگوں کا کس قدر پاس ولحاظ ہے مگر اللہ تعالیٰ کا جو ہمارا سب سے بڑا محسن ہے، سرے سے کوئی خیال ہی نہیں؟...... ہم چاہے مکہ میں ہوں، جدہ میں یا کسی اور مقام پر، وہ ہر جگہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

"میرے نیک طینت بھائی! تم نے گزشتہ رات مجھے شدید سردی سے بچایا ہے اور مجھ پر بڑی مہربانی کی ہے۔ میرا گھر یہاں سے قریب ہی ہے، آؤ گھر چلتے ہیں، وہیں ناشتہ کریں گے...... وہاں میں تمھیں اپنی ساری داستان سناؤں گا...... وہاں تم میری بیوی عواطف سے میری مصالحت بھی کرا دینا...... کل رات تم نے میری جان بچائی۔ واللہ! تم میرے محسن ہو......۔"

عبدالعزیز نے نوجوان کی دعوت قبول کرنا اپنے لیے امر لازم جانا... ویسے بھی وہ اس نوجوان کے بارے میں مزید تفصیلات جاننا چاہتا تھا...... اس کی خواہش تھی کہ میں اس نوجوان کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بن جاؤں۔

عبدالعزیز اور محمد ہوٹل کے کمرے سے نکلے۔ اب دونوں کا رخ محمد کے گھر کی طرف تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ محمد کے دروازے پر جا پہنچے...... محمد نے دروازے پر دستک دی...... کون ہے؟...... گھر کے اندر سے محمد کی بیوی عواطف کی آواز آئی۔

عواطف! دروازہ کھولو، میں تمھارا شوہر محمد ہوں، میرے ساتھ ایک معزز مہمان بھی ہے...... عواطف نے فوراً برقعہ پہنا، چہرہ ڈھانپا اور آہستہ سے دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ گئی...... اور وہ دونوں گھر کے اندر داخل ہو گئے......

عواطف کو قدرے تامل ہوا کہ آخر یہ نیا مہمان کون ہے؟...... مگر جلد ہی اس نے مہمان

کا چہرہ مہرہ دیکھ کر بھانپ لیا کہ آنے والا مہمان ایک صالح انسان ہے...... یہ کون ہے؟ شاید اسی نے تمھیں گزشتہ رات پناہ دی ہوگی؟......عواطف نے اپنے شوہر محمد کی طرف سوالیہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے پوچھا:

جی ہاں، میں نے ہی گزشتہ رات تمھارے شوہر کو پناہ دی تھی...... یہ ایک پارک میں برف کے تودے پر مدہوش پڑا تھا...... رات اس نے میرے ہی کمرے میں بسر کی...... عبدالعزیز نے نہایت شائستگی سے بتایا۔

یہ بات سن کر عواطف بولی: یہ نیک کام انجام دینے کے لیے آپ کا بہت بہت شکریہ......اللہ کی قسم! اگر اس وقت محمد میرے پاس آتا تو میں ہرگز ہرگز دروازہ نہ کھولتی...... چونکہ آپ بھی ساتھ آئے تھے، اس لیے میں نے آپ کے اکرام میں دروازہ کھول دیا۔

محمد نے عواطف کو ناشتہ کی طرف توجہ دلائی اور وہ فوراً ناشتہ تیار کرنے چلی گئی......اور پھر تھوڑی ہی دیر میں دسترخوان پر ناشتہ چُن دیا گیا......عبدالعزیز اچھی طرح سمجھ گیا کہ محمد کی بیوی عواطف نہایت نیک طبع ہے، اسی وجہ سے اُس نے پورا ساتر لباس پہن رکھا ہے...... عبدالعزیز دسترخوان پر ناشتہ کر رہا تھا اور اپنے ضمیر سے مخاطب تھا:

''جب محمد کی بیوی عواطف اس قدر دیندار، بااخلاق، مہذب اور شریف ہے تو گزشتہ رات محمد اسے خائنہ اور مجرمہ کہہ کر گالیاں کیوں دے رہا تھا؟......آخر ان دونوں میاں بیوی کے مابین اس قدر شدید اختلاف کا سبب کیا ہے کہ محمد نے مجھ سے اس کے ساتھ مصالحت کرانے کی درخواست کر دی ہے؟''

اس قسم کے بہت سے سوالات عبدالعزیز کے دل و دماغ میں مسلسل گردش کر رہے تھے......اسی دوران عواطف چائے لے کر دسترخوان پر آ گئی۔اس کا شوہر محمد بولا: عواطف!

آؤ یہاں بیٹھو، اب ہم اپنے مکرم مہمان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کرتے ہیں۔

محمد نے اپنی بیوی عواطف کو اپنے پاس بٹھایا اور گفتگو کا آغاز کیا:

''میں جو کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں، اس کا تعلق ہمارے بچپن کے بیتے ہوئے زمانے سے ہے۔عواطف میری چچازاد ہے۔ جب ہماری ولادت ہوئی اُسی وقت ہمارے گھرانے کے لوگ کہنے لگے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے پیدا ہوئے ہیں، ان کا آپس میں رشتہ کر دیا جائے گا...... پھر ہماری منگنی ہوگئی۔ پھر میں سیکنڈری سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد برطانیہ چلا آیا۔

شروع شروع تو میں بہت ہی دیندار اور پنجگانہ نماز کا پابند رہا...... ہم سبھی ساتھی نماز کا بڑا خیال رکھتے تھے...... فسق وفجور اور شراب وشباب سے کوسوں دور تھے......

ایک زمانے تک ہماری زندگی کے ایام اسی ڈگر پر رہے۔ پھر میں بری صحبت کا شکار ہو گیا۔اور غلط ماحول میں چلا گیا۔ میں کبھی کبھار دوستوں کی محفل میں شراب بھی پی لیتا تھا۔

میں شرابِ خانہ خراب کی بوتلیں پی کر جھومنے لگا اور اس کا چسکا اتنی شدت اختیار کر گیا کہ میری صحت کی چُولیں ہل گئیں...... امتحان ختم ہوا۔ میں موسمِ گرما کی چھٹیاں گزارنے کے لیے جدہ گیا...... وہاں عواطف سے شادی کی، پھر اسے ساتھ لے کر یہاں برطانیہ چلا آیا۔''

یہاں آ کر اس کی حالت بہت بدل گئی۔ کہاں مجھ سے محبت اور پیار کرنے والی عواطف اور اب اس کی حالت یہ ہے کہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ یہ مجھے ناپسند کرنے لگی ہے......

رفتہ رفتہ یہ حالت ہوگئی کہ یہ میری باتوں کی مخالفت بہت زور شور سے کرنے لگی بلکہ زبان درازی پر اتر آئی...... اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رات کو جب میں گھر واپس آتا ہوں تو یہ

میرے لیے دروازہ ہی نہیں کھولتی...... مجھے رات گھر سے باہر ہی گزارنا پڑتی ہے......۔"

اس مرحلے پر عواطف بول پڑی۔ کہنے لگی: "شیخ عبدالعزیز! اب میں آپ کو اپنی کہانی سناتی ہوں:

محمد کا یہ کہنا بالکل برحق ہے کہ میں نے برطانیہ کی اس غیر موافق سرزمین پر جب سے قدم رکھا ہے، اس کی مخالفت شروع کر دی ہے...... سچی بات ہے، یہاں آنے کے بعد مجھ پر منکشف ہوا کہ میں اور محمد ایک دوسرے سے مختلف پگڈنڈیوں کے راہی ہیں۔ ہمارا ذوق وظرف ایک دوسرے سے بالکل جُدا ہے...... ہم دونوں کے افکار اور تصورات و نظریات میں بعد المشرقین ہے۔

شیخ عبدالعزیز! محمد چاہتا ہے کہ میں نقاب اور برقعہ اُتار پھینکوں اور بے حیائی کا وہ نیم عریاں چیتھڑوں والا لباس پہنوں جو اِس حیا باختہ معاشرے میں مروج ہے...... میں تو اپنے مقدس وطن میں بھی مکمل باپردہ لباس پہنتی تھی اور آج اس فتنہ پرور سوسائٹی میں بھی میرا وہی ساتر لباس ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں......

شیخ عبدالعزیز! کیا آپ یقین کریں گے کہ میرا شوہر محمد بار بار مجھ پر زور دیتا رہا کہ میں اس کی بات مان لوں۔ اس کے ساتھ رقص گاہوں، تھیٹروں، شراب خانوں اور فحاشی کے کلبوں میں چند دھجیوں کا عریاں لباس پہن کر شمعِ محفل بنوں...... اس نے مجھے بار بار ورغلایا کہ ہمیں ماحول کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے...... میں حیران ہوں کہ خاوند کی غیرت کہاں مرگئی۔ اس نے یہ ہلاکت گوارا کر لی کہ اس کی پاکدامن بیوی کسی غیر مرد کے ساتھ رقص کرے۔ افسوس! مغربی تہذیب ہمیں کتنی پستی میں دھکیلنا چاہتی ہے۔ کل تک یہ حال تھا کہ اپنے پیارے وطن میں کسی غیر مرد کی نظر بھی مجھ پر پڑ جاتی تو غیرت کے مارے

محمد کی رگوں میں بجلیاں کوندنے لگتیں، آج وہی محمد کیسی بے غیرتی کا مظاہرہ کر رہا ہے کہ اس اجنبی ملک میں اجنبی مردوں کے ساتھ مجھے رقص کرنے کی خود ترغیب دے رہا ہے!......

اس سے بھی زیادہ گھناؤنی اور لرزہ خیز بات یہ ہے کہ محمد اپنے بے شرم دوستوں اور ان کی واہیات بیویوں کو میرے گھر لانا چاہتا ہے......

شیخ عبدالعزیز! میں دوٹوک لفظوں میں واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ میں اپنے شوہر محمد کی صرف اسی وقت تک اطاعت کر سکتی ہوں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات عالیہ سے تجاوز نہ کرے...... جب تک شوہر کی اطاعت میں اللہ کی نافرمانی حائل نہیں ہوگی، میں اس کی خدمت کے لیے ہر آن مستعد رہوں گی، وہ مجھے آگ کے شعلوں میں بھی جھونکے گا تو خوشی سے قربان ہو جاؤں گی۔ لیکن میں اُسے اپنی حیا، عفّت اور عصمت کا جنازہ نکالنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ میرے شوہر کو نوٹ کر لینا چاہیے کہ میں طاغوت کی باغی ہوں۔ میں شیطان سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہوں گی۔ چاہے میرا شوہر مجھ سے ہمیشہ کے لیے ناراض ہو جائے مگر میں ایسا کام کبھی نہیں کروں گی جس کی وجہ سے میرا رب کریم مجھ سے رُوٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا حق شوہر کے حق سے کہیں زیادہ ہے...... میں شوہر کی خوشی کے لیے اپنے رب کو ناراض نہیں کر سکتی، اس کے برعکس میں اپنے رب کی خوشنودی کے لیے اپنے شرابی شوہر کو پائے حقارت سے ٹھکرا دوں گی۔

میں آج صاف صاف بتلا دینا چاہتی ہوں کہ جب سے میں نے اپنے شوہر محمد کو نماز ترک کرتے دیکھا ہے، اس وقت سے اب تک میں نے اسے اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیا...... کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق تارکِ نماز سراسر کافر ہے...... ایک مسلمان عورت کو ہرگز زیبا نہیں کہ وہ اپنے آپ کو کسی کافر کے حوالے کر دے......

اتنا کہہ کر عواطف تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوگئی، پھر آنسو پونچھتے ہوئے بولی:

میں نے محمد کو راہِ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے...... ہر طریقہ آزمایا ہے تاکہ وہ شراب چھوڑ دے۔ مگر اس نے میری ہر کوشش ناکام بنا دی ہے اور میری ہر نصیحت ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

جب میں نے دیکھا کہ میرے شوہر کی اخلاقی گراوٹ بڑھتی ہی جارہی ہے تو میں نے اسے خبردار کر دیا کہ میں اس کے ساتھ اس گندے ماحول میں ہرگز نہیں رہ سکتی...... میں واپس اپنے شہر جدہ جانا چاہتی ہوں...... میں اپنے گھر والوں کے ساتھ رہوں گی...... میں نے محمد کو کئی بار انتباہ کیا کہ اگر وہ شراب پی کر گھر آئے گا تو میں دروازہ بند کرلوں گی......

''گزشتہ رات دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو یہ کہنے لگا: آؤ! آج رات ہم ایک رقص گاہ میں چلتے ہیں...... وہاں میں سوسائٹی کی نامور رقاصاؤں اور فیشن کی شوقین خواتین سے تمھارا تعارف کراؤں گا...... میں نے محمد سے کہا: میرے سرتاج! گناہوں کی جگہ رات بسر کرنے کے بجائے کیوں نہ ہم اپنے گھر ہی رات گزاریں؟...... تمھیں معلوم ہے ایک مدت سے ہم دونوں اکٹھے بیٹھ بھی نہیں سکے۔

میری یہ بات سنتے ہی محمد غصے سے لال پیلا ہوگیا اور کہنے لگا: آخر تم کب تک رجعت پسند رہو گی؟......

اس کی یہ جاہلانہ اور گمراہ کن باتیں سن کر مجھے بڑا غصہ آیا۔ میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی۔ میں نے سختی سے کہا: تمھاری غیرت کہاں مر گئی ہے؟ کیا تمھیں اس تصور سے شرم نہیں آتی کہ میں کسی اجنبی مرد کے ساتھ رقص کروں؟...... میں تمھاری بیوی ہوں۔

میری باتیں سن کر محمد خاموش ہوگیا۔اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا......بس اس نے زور سے دروازہ بند کیا، مجھے گالیاں دیں اور چلاگیا...... اور میں رات بھر آنسو بہاتی رہی......

اس دوران غم کے مارے میرا سینہ پھٹا جارہا تھا......غیظ وغضب سے میرا ذہن بوجھل ہوگیا اور میرا دماغ تاریکیوں میں ڈوب گیا۔...... اللہ عزوجل کے دربار عالی کے سوا کوئی در کھلا نظر نہیں آیا...... میں اپنی جگہ سے اٹھی، وضو کیا اور ڈوبتی رات کے سناٹے میں اپنے پروردگار کے حضور کھڑی ہوگئی...... میں نے گڑگڑا کر دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس سخت آشوب اور آزمائش سے محفوظ رکھ......جلد از جلد میرے لیے کشادگی کا سامان پیدا فرما...... اور مجھے میرے مقدس دین پر ثابت وقائم رکھ!......۔

رات کے دو بج رہے تھے...... میں کلام اللہ کی تلاوت کررہی تھی......اس وقت محمد نے دروازے پر دستک دی...... وہ شراب کے نشے میں مدہوش تھا...... میں سوچ میں پڑگئی کہ دروازہ کھولوں یا نہ کھولوں۔ پھر میں نے ایک فیصلہ کیا' اور میں نے اپنے شوہر کو گرجدار آواز میں ڈانٹا۔ وہ دروازے کا پٹ تھامے کھڑا تھا......۔

ذلیل! شرابی! مدہوش! دیوانے! میرے گھر سے نکل جا!......اب اس گھر میں تیرے داخلے کی کوئی گنجائش نہیں...... آج کے بعد میں تیرے لیے یہ دروازہ کبھی نہیں کھولوں گی ...... ہرگز نہیں کھولوں گی...... پھر میں نے زور سے دروازہ بند کر دیا...... میں نے سوچا کہ بے شک مجھے طلاق مل جائے۔ میں ایک بدکردار کی بیوی نہیں رہ سکتی۔ مجھے یہ جلد از جلد سعودی عرب بھجوادے۔''

یہ کہہ کر عواطف بے اختیار رونے لگی ...... ادھر اس کا شوہر محمد خاموش تماشائی کی طرح

اس کی باتیں سُنتا رہا۔ اس نے عواطف کی کسی بات کی تردید نہیں کی۔ اس کے پاس اپنے دفاع میں کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا...... یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ عواطف نے جو کچھ بیان کیا تھا، وہ سو فیصد درست تھا۔ سارا قصور محمد ہی کا تھا۔

عبدالعزیز کی نگاہ میں عواطف ایک عظیم مثالی خاتون کی حیثیت اختیار کر چکی تھی......وہ فرطِ مسرت سے جُھوم اُٹھا۔ اس کی نگاہ ماضی کی دُھند سے آگے نکل کر قرنِ اول میں جا پہنچی۔ اسے عواطف کی شخصیت میں سلف کی نیکوکار اور صاحبِ عزیمت خواتین کا عکس نظر آنے لگا...... عبدالعزیز اپنے جذباتِ مسرت پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ کوشش کے باوجود اپنے اشکِ رواں پر قابو نہ پا سکا...... یہ خوشی کے آنسو تھے......عواطف کے حق میں!...... اس محترم خاتون کے ایمان کی محکمی اور عزیمت و استقامت سے جگمگاتی ہوئی زندگی سے متاثر ہو کر اس کی آنکھیں آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر رہی تھیں!

عبدالعزیز کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔ اسی دوران محمد کی آواز گونجی:

"شیخ عبدالعزیز! اب تم ہی ہم دونوں کے لیے فیصلہ سنا دو۔ ہم تمھارے فیصلے پر راضی رہیں گے۔"

عبدالعزیز نے کہا:

"میں کیا فیصلہ سناؤں؟...... تمھاری زندگی کے سارے پردے چھلنی ہو گئے۔ سارے نقاب اُٹھ گئے۔ تمھاری صاحب ایمان و عمل اور لائقِ تعظیم بیوی نے تمھارے کردار کی کتاب کے سارے اوراق کھول دیے۔ کوئی الجھاؤ اور کوئی پیچیدگی باقی نہیں رہی۔ اب تمھیں اپنی زندگی میں بنیادی تبدیلی پیدا کرنا ہو گی۔ یا تو تم اپنے کرتوتوں سے توبہ کرو،

سچے اور کھرے مسلمان بن جاؤ اور اچھے شوہر کی طرح عواطف کے ساتھ زندگی بسر کرو ورنہ اپنی مومنہ بیوی کو طلاق دے دو تا کہ وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس چلی جائے...... اس کے علاوہ تیسری کوئی صورت نہیں......

محمد کا سر جھک گیا۔ زبان گنگ ہو گئی، کاٹو تو لہو نہیں۔ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ وہ کچھ دیر اسی طرح سکتے کی حالت میں رہا...... کبھی خلا میں گھورتا، کبھی زمین کی طرف نگاہ جھکا لیتا۔ اُس کی آنکھیں چھلکتی اور آنسو برساتی رہیں...... پھر جیسے اس کی سوئی ہوئی خودشناسی بیدار ہو گئی ہو...... یکا یک اس نے اپنا سر اٹھایا اور سسک کر بولا:

''میری عظیم بیوی عواطف!...... میں اتنے دنوں سے مریض تھا...... نشے کا عادی ہو چکا تھا...... بلاشبہ تم نے مجھے اسلامی آداب کی روشنی دکھلائی...... میں گمراہی کی راہ پر تھا، تم نے مجھے ہدایت کی راہ دکھائی...... میں مدہوش تھا، تم نے میرے حواس بحال کر دیے...... میں تباہی کے سمندر میں ڈوبنے والا تھا، تم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے غرق ہونے سے بچا لیا...... تم نے مجھے اتنا قیمتی سبق دیا ہے کہ میں اسے زندگی بھر فراموش نہیں کر سکتا...... جب تم نے مجھے سرد طوفانی رات میں گھر میں داخل نہیں ہونے دیا اور مجھے حقارت سے دھتکارا تو بلاشبہ تم میرے معاملے میں سخت دل تھیں مگر سچی بات یہ ہے کہ وہ وقت تھا ہی ایسا کہ تم میرے ساتھ نرمی کے بجائے سخت رویہ اختیار کرتیں...... نرمی کے ساتھ ایسا گرم رویہ بھی بسا اوقات پرانے مرض کے ازالے کے لیے تیر بہدف ثابت ہوتا ہے...... لو میں آج اور ابھی تمھارے اور شیخ عبدالعزیز کے سامنے اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ میں نے آج سے ہمیشہ کے لیے شراب چھوڑ دی...... میں ہر وہ کام ترک کرنے کا وعدہ کرتا ہوں جس سے میرا پروردگار ناراض ہوتا ہے...... میری قیمتی بیوی عواطف!...... مجھ سے تم جیسی عظیم بیوی کی جدائی

برداشت نہیں ہو سکتی......تم بڑی خوشی سے میرے ساتھ رہو......آج کے بعد میں کبھی نماز نہیں چھوڑوں گا اور اپنے ایمان واخلاق کو سنوارنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا......''

شیخ عبدالعزیز کو یقین ہو چلا تھا کہ اب عواطف اور اس کے شوہر محمد میں مصالحت ہو چکی ہے، چنانچہ اس نے ان کے پاس مزید ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا۔ محمد نے انتہائی گرمجوشی کے ساتھ اسے الوداع کہا، پھر اس کی زندگی میں انقلاب آ گیا اور دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔

عبدالعزیز واپس ہوٹل آ گیا۔ وہ وقتاً فوقتاً محمد سے ٹیلیفون پر رابطہ کرتا رہا۔ ایک دن اسے معلوم ہوا کہ محمد ہسپتال میں داخل ہے، وہ عیادت کی غرض سے ہسپتال گیا اور اس نے محمد کی مزاج پُرسی کی۔ عواطف اپنے شوہر کا ہاتھ تھامے اسے بڑی محبت اور ہمدردی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ کامل پردے میں تھی......عبدالعزیز نے عواطف سے محمد کے بارے میں پوچھا۔ عواطف نے بتایا کہ بلاشبہ محمد نے اپنے وعدے کا لحاظ رکھا اور اب وہ اخلاق وکردار کی بلندی پر ہے......کچھ دنوں پہلے جس محمد کو میں نے دیکھا تھا وہ کوئی اور چیز تھی، اب وہ یکسر بدل گیا ہے اور انتہائی دیندار بن چکا ہے......حتیٰ کہ ہسپتال میں بھی اس نے نماز ترک نہیں کی......آخر میں عواطف نے نہایت احترام سے عبدالعزیز کا شکریہ بھی ادا کیا......[1]

[1] ابوالقعقاع محمد بن صالح بن اسحاق نے اپنی کتاب "قصص من الواقع" (ص156-169) میں اس واقعے کو مجاہد الصواف کی کتاب "أعلى الخمر أفطر" سے نقل کیا ہے اور اس میں بہت تصرف سے کام لیا ہے۔ میں نے ابوالقعقاع کی کتاب کی مدد سے اسے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے تاکہ اردو دان حضرات بالخصوص ہماری محترم خواتین اس سے استفادہ کریں۔